۲۵؍ جولائی ۱۹۱۳ء

خطبہ جمعہ

حضرت خلیفۃ المسیح نے سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع کی تلاوت کی اور پھر فرمایا:۔

ایک دفعہ میں لاہور میں تھا۔ بڑی مدت کی بات ہے۔ وہاں ٹھنڈی سڑک پر ہم تین آدمی جا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ قرآن میں تو لکھا ہے کہ وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ (القمر:۱۹) مگر قرآن تو بہت مشکل ہے۔ میں نے کہا یہ بہت سچا کلمہ ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ جو کچھ بھی سچائیاں اور الٰہی صداقتیں، جن میں خدا تعالیٰ کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت اور اس کے قوانین و اصول ہو سکتے ہیں، وہ سب قرآن میں موجود ہیں۔ اگر یہ تمام صداقتیں دیگر آسمانی کتب سے خود جمع کرنی پڑتیں تو کس قدر مشکل بات تھی اور پھر مزید برآں یہ کہ مدلل و مفصل موجود ہیں۔ چنانچہ دوسرے موقع پر فرماتا ہے۔ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً۔ فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ (البینہ:۲تا۴) ساری مضبوط تعلیمات اور ہدایات کی جامع کتاب حضرت قرآن ہے جس نے تمام اگلی صداقتوں کو بھی بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ رنگ میں فرمایا ہے۔

اس قرآن کے بارے میں فرماتا ہے کہ سنو! میں اللہ علم والا ہوں۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں ہلاکت کی راہ نہیں۔ کتاب کے لفظ پر علم اشتقاق میں بڑی بحث ہے۔ چھ لفظ جو اس مادہ سے مشتق ہیں ان میں جمعیت کے معنے پائے جاتے ہیں۔ کتیبہ لشکر کو کہتے ہیں۔ پس یہ کتاب ہزارہا شبہات کے مقابلہ کے لئے کافی ہے۔ کیا ہی پاک روح تھی وہ جس کے منہ سے نکلا حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ۔ اس فقرے پر ایک قوم رنجیدہ ہے۔ اس کے ایک فرد نے مجھ پر بھی اعتراض کیا تو میں نے اس سے پوچھا آپ حَسْبُنَا کے کیا معنی کرتے ہیں؟ اس نے کہا کَافِیْکَ۔ میں نے کہا یہ تو قرآن مجید ہی کا قول ہے۔ وہ فرماتا ہے اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَۃً وَّ ذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (العنکبوت:۵۲) کیا ان کے لئے یہ کتاب کافی نہیں جو ہم نے ان پر اتاری۔ یہی حضرت عمرؓ نے کہا۔ ذٰلِکَ الْکِتَابُ سے ظاہر ہے کہ یہی ایک کتاب ہے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک ادب کیا ہے کہ اپنی آنکھ سے کوئی کتاب دیکھی ہی نہیں۔ ہاں' ایک دفعہ موقع فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاۃِ فَاتْلُوْھَا (ال عمران:۹۴) سے نکلا تھا مگر تورات بھی آپؐ کے سامنے کوئی نہ لایا۔

رَیْب کے معنے شک اور ہلاکت کے ہیں۔ ہلاکت کی کوئی تعلیم قرآن کریم میں نہیں جس سے انسان کا دین و دنیا تباہ ہو جائے۔ ایسا ہی شک کی کوئی بات نہیں۔ شک اگر ہو گا تو اس شخص کے دل میں ہو گا جو قرآن کا مخالف ہے۔ غرض قرآن میں کوئی شک نہیں۔ پھر اس کو اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا (البقرۃ:۲۴) میں کھول دیا ہے۔

یہ کتاب ہر ایک قوم کے لئے جو متقی ہو چکی ہے یا ہو گی یا اس وقت ہے' ہدایت نامہ ہے۔ اس کے مبادی میں ایمان بالغیب شرط ہے۔ کیونکہ دنیا میں بھی جس قدر علم صحیح ہیں سب کا مدار فرض یا غیب پر ہے۔ علم ہندسہ ہے۔ اس میں جمع اور تفریق ہی ہے کیونکہ ضرب کیا ہے؟ امثال کی جمع۔ تقسیم کیا ہے؟ امثال کی تفریق۔ اور اس جمع تفریق کی بنا فرض ہے۔ چار روپے دس آنہ۔ دو ہزار پانچ روپے دو پائی۔ غرض کوئی روپیہ ہو وہ اس وقت کہاں ہوتا ہے۔ فرضی طور پر جمع یا تفریق کیا جائے گا۔ اسی طرح علم مساحت' انجنیرنگ' ڈاکٹری' تجارت' زراعت میں پہلے ایمان بالغیب ہی ہوتا ہے۔ کاشتکار بیج کو زمین میں سپرد خاک کرتا ہے۔ اسے کیا معلوم کہ یہ بیج کیسا ہو گا اور کتنا پھل لائے گا؟ پولیس بھی ایماندار ہو تو اپنی کارروائی پہلے غیب پر شروع کرے گی پھر صحیح نتیجہ پر پہنچے گی۔ اسی طرح ایک مبتدی پہلے اللہ پر' ملائکہ پر' کتب پر' حشر و نشر پر ایمان بالغیب لائے گا پھر اس کتاب کے ذریعہ ہدایت پا کر وہ ان سب کا علم الیقین حاصل کر لے گا۔ مگر یہ ہدایت اسی کو نصیب ہوتی ہے جو دعا مانگنے کا عادی ہو۔ صدقہ و خیرات

کرتا ہو۔

صدقہ وخیرات کی ترغیب کے لئے کیا عمدہ فرمایا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ (البقرة:۴) کہ جس چیز سے خرچ کے لیے کچھ ارشاد کرتے ہیں' وہ تمھاری نہیں بلکہ ہماری دی ہوئی ہے۔ پھر سب نہیں مانگتے بلکہ اس میں سے کچھ۔ پھر یہ رزق عام ہے' صرف مال مراد نہیں۔

جو لوگ ان نیکیوں میں بڑھتے بڑھتے پہلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ تیرے پر نازل ہوا' اسے مانتے ہیں اور اس کے بعد جو وحی ہو اس پر بھی ایمان لانے کو تیار ہیں وہ ہدایت پر گویا سوار ہیں۔ کفر گیرد کاملے ملت شود۔ دیکھو مکہ کی طرف سجدہ دین بن گیا کیونکہ یہ ایک کامل کا فعل ہے۔

برخلاف اس کے جو یکدم انکار ہی کر بیٹھے۔ اور ان کا حال جملہ معترضہ سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (البقرة:۷) میں بتا دیا کہ ان کے لیے انذار اور عدم انذار مساوی ہے یعنی حق کی پرواہی نہیں۔ وہ نہ حق بات سنتے ہیں' نہ حق دیکھتے ہیں' نہ اس پر غور کرتے ہیں۔ اسی سزا میں ان پر مہر لگا دی گئی۔ "آہنے را کہ زنگ خورد از مصقلہ صاف نہ گردد"۔ یہ فتویٰ لَایُؤْمِنُوْنَ (البقرة:۷) سب کے حق میں نہیں۔ اس لئے یہ اعتراض صحیح نہیں کہ پھر بعض کافران میں سے مسلمان کیوں ہو گئے؟ چنانچہ سورۃ یٰسں میں فرمایا۔ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ (یٰس:۸) یعنی اکثر پر ایسا فتویٰ لگتا ہے جس کی وجہ بھی بتا دی کہ سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ۔ ہدایت تو وہ پاتے ہیں جن میں ایمان بالغیب' صدقہ وخیرات اور حق کی شنوائی' حق کی بینائی ہو۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ کَرِیْمٍ (یٰس:۱۲)

(الفضل جلد ۷ نمبر ۷---- ۳۰ / جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

☆-☆-☆-☆